اسلامی تعلیمات میں نبی اکرم ﷺ کی خانگی زندگی کے چند اہم گوشے: روایات ام سلمہ سے

Significant Aspects of the Noble life of Prophet Muhammad (peace be upon him) in the Teachings of Islam: From the Narrations of Umm e Salama R.A.

Usman Abbas
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies
University of Engineering and Technology Lahore
Email: raiusman678@gmail.com

Irfan Ullah
PhD Scholar, Department of Islamic studies
Kohat University of Science & Technology Kohat (KUST)
Email: irfanktktt@gmail.com

Iftikhar Ahmad
PhD Scholar Department Islamic Studies, University of Malakand
Email: iftikharkhawar455@gmail.com

Abstract

In order to achieve social reform, it is essential not only to educate men but also women. Women play a crucial role in nurturing the next generation within their laps. If a mother is virtuous and well-educated, her children are likely to be well-mannered and cultured. The upbringing and education of children can lead to the improvement of future generations. Therefore, it was necessary for the education and training of women, as well as for the propagation of religion among them, so that they could contribute to the reform of society.

Holy Prophet pbuh brought women of different ages and various intellectual abilities into your marriage and, by directly educating and preparing them, contributed to the reform of women. The chaste wives of the Prophet (peace be upon him) demonstrated how they upheld your character and Sunnah through their integrity, honesty, caution, and responsibility, setting a magnificent example in the Islamic history. Your household life, lasting through the ages, became an exemplary model for people.

One prominent name among the pure wives of the Prophet is that of Umm Salama R.A. Through the narratives and events mentioned in the following article, we strive to understand how the noble life of the Prophet Muhammad (peace be upon him) influenced others.

Keywords: The noble life of Prophet Muhammad (peace be upon him), Social reform, Education of women, Nurturing of the next generation, Narratives of Umm Salama

عورتوں کی گود میں ایک نسل پرورش پا رہی ہوتی ہے۔ ماں اگر اچھی اور تربت یافتہ ہو گی تو اس کے بچے بھی شائستہ اور مہذب ہوں گے اور بچوں کی اصلاح و تربیت سے آئندہ نسل کی اصلاح ممکن ہے اس لئے عورتوں کی اصلاح و تربیت اور ان کے درمیان دین کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ضروری تھا کہ آپ ﷺ مختلف عمروں اور مختلف ذہنی صلاحیتوں کی حامل خواتین کو اپنے نکاح میں لائیں، اور اس طرح براہ راست ان کی تربیت فرما کر عورتوں کی اصلاح کے لئے تیار کریں۔

ازواجِ مطہرات میں ایک نمایاں نام ام سلمہ کا بھی ہے۔ ذیل کے سطور انہی کی روایات اور حالات وواقعات کے ذریعے یہ جاننے کی کوشش کی جارہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خانگی زندگی دوسروں کے لیے کیسے معتبر ہے۔

نکاح کے ذریعے معاشرے کی تطہیر:

اسلام نے نکاح کے صحیح اور پاکیزہ تصور کو راسخ کرنے پر زور دیا ہے۔ اس نے نکاح کو میثاق غلیظ، (پختہ عہد) سے تعبیر کیا ہے۔ زوجین کو باہم گھلنے ملنے پر اکسایا ہے۔

ازدواجی رشتے کو سکون، محبت اور رحمت کے عناصر سے مرکب قرار دیا ہے اور اسے بیٹوں اور پوتوں کی شکل میں جان نشینی حاصل ہونے کی بنیاد بتایا ہے۔ اسی طرح اسلام نے نکاح کو تشکیل خاندان کی پہلی اکائی قرار دیا ہے۔ نکاح جنسی جذبات کی سیر ابی اور آسودگی کا مناسب ترین میدان ہے۔ اس کے ذریعے جسمانی اضطراب اور نفسانی کش مکش ختم ہو جاتی ہے۔ نگاہ محرمات کی طرف نہیں بھٹکتی، نفس حلال کی جانب مائل اور اس کا مشتاق ہوتا ہے اور محبت و مودّت کے پاکیزہ جذبات کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔[1] اس اہم حقیقت پر خاندان کیے اندرونی تعلقات کے استحکام کا دارومدار ہے۔ مذکورہ مسائل معاشرے کی وحدت اور تنظیم کی بنیادیں فراہم کرتی ہیں۔[2] نکاح کے مفہوم اور اس میدان عمل میں ہونے والے تدریجی ارتقاء کی مزید وضاحت کرتے ہوئے درج ذیل آیات میں مدنی معاشرے کی تصویر کشی کی گئی ہے[3]

اسلام نے نکاح کی متعدد طریقوں سے ترغیب دی ہے۔ مثلاً کبھی وہ کہتا ہے کہ انبیاء و مرسلین کی سنت اور ان کا طریقہ ہے۔

اور جو شادی شدہ ہے ان کو بھی نگاہیں نیچے رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ معاشرہ پاکیزہ بن جائے اور ایک اسلامی تعلیمات محمدی ﷺ کی روشنی میں نکاح کے ذریعے معاشرے کی تطہیر و تنظیم کی جائے۔[4] اس طرح اسلام

اس معاشرتی مسئلہ کا عملی حل پیش کرتا ہے۔ وہ نکاح کے قابل ہر فرد کے لیے اس کے وسائل فراہم کرتا ہے خواہ وہ اس کا مالی پہلو کمزور ہو، اور نکاح کو معاشرے کی تنظیم و تطہیر کا ایک اہم ذریعہ قرار دیتا ہے[5]۔

تصورات کی اصلاح:

اسلام نے ازدواجی تعلقات کی تطہیر کے لیے جو کام انجام دیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے 'حائضہ' عورتوں کے بارے اہل عرب کے تصور کی اصلاح کی۔[6] دور جاہلیت میں عرب کے ہاں یہ طریقہ تھا کہ وہ دوران حیض عورتوں کو نہ اپنے ساتھ کھانے پینے میں شریک کرتے تھے اور نہ مجامعت کرتے تھے، نہ ان کے ساتھ بیٹھتے تھے اور نہ ان کو اپنے گھروں میں رکھتے تھے۔[7] صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو یہ آیت نازل ہوئی: اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسی حالت میں عورتوں کے ساتھ مباشرت کے علاوہ سب کچھ کر سکتے ہو،

فلما سمع اليهود ذلك قالوا هذا الرجل يريد أن لا يدع شيئاً من أمرنا إلا خالفنا فيه[8]

یہود کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا کہ اس شخص کو کیا ہو گیا ہے کہ ہماری ہر بات کی مخالفت کرتا ہے۔

اہل عرب دور جاہلیت میں یہ رسم رائج تھی، مگر اسلام نے عرب کے اس قانون کی اصلاح محمد ﷺ کی خانگی زندگی کے ذریعے کیا اور یوں رسم ختم ہوا۔

حضرت ام سلمہ اسلام کی پاکیزہ تعلیم کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کی خانگی زندگی کی ایک جھلک پیش کرتے ہوئے فرماتی ہے:

حِضْتُ وَأَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمِيلَةِ، فَانْسَلَلْتُ فَخَرَجْتُ مِنْهَا فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حِيضَتِي فَلَبِسْتُهَا، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنُفِسْتِ ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، فَدَعَانِي فَأَدْخَلَنِي مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ، قَالَتْ: وَحَدَّثَتْنِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ، وَكُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ مِنَ الْجَنَابَةِ[9]**."**

"حضرت ام سلمہ نے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض آ گیا، اس لیے میں چپکے سے نکل آئی اور اپنے حیض کے کپڑے پہن لیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تمہیں حیض آ گیا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ پھر مجھے آپ نے بلا لیا اور اپنے ساتھ چادر میں داخل کر لیا۔ زینب نے کہا کہ مجھ سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزے سے ہوتے اور اسی حالت میں ان کا بوسہ لیتے۔ اور میں نے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی برتن میں جنابت کا غسل کیا"۔

نکاح زینب کے ذریعے ایک جاہلی رسم کا خاتمہ:

زمانہ جاہلیت میں عربوں کے درمیان رسم تبنیت کا رواج تھا، لوگ دوسروں کی اولاد کو گود لے کر صلبی اولاد بنا لیتے اور اسے وراثت، نکاح، طلاق، حرمت مصاہرت اور زندگی کے دوسرے تمام معاملات میں حقیقی فرزند کا درجہ دیتے، چنانچہ منہ بولے بیٹے کی منکوحہ فرضی باپ کے لئے حقیقی بہو کی طرح حرام سمجھی جاتی تھی۔ اسی طرح فرضی باپ کی بیوی متبنی کے لئے ماں کی طرح حرام قرار پاتی[10]، ظاہر ہے کہ اس فرضی رشتے کی اسلام کی نظر میں کوئی حقیقت نہیں۔ ضرورت تھی کہ اس غلط رسم کو مٹانے کیلئے کوئی موثر قدم اٹھایا جائے کیوں کہ اس کی جڑیں عرب کے معاشرے میں بڑی مستحکم تھیں، حضرت زینب بنت جحشؓ کے نکاح کے ذریعے ان دونوں بدعتوں اور جاہلانہ رسوم کا خاتمہ ہوا۔ علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں پوری تفصیل کے ساتھ اس پر روشنی ڈالی ہے۔[11]

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے زینب بنت جحش کو زید بن حارثہ سے رشتے کا پیغام دیا۔ تو زینب نے اسے ناپسند کیا اور کہنے لگیں: میں اس سے حسب و نسب میں بہتر ہوں۔ زینب ایسی عورت تھیں جن میں تھوڑی تیزی آئی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[12]

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا [13]

"کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی معاملے کا فیصلہ کر دے تو پھر اسے اپنے اُس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا"۔

اس واقعے کے طبقاتیت اور ذات پات کے نظام میں ڈوبے ہوئے اس معاشرہ پر گہرے اثرات مرتب ہوئے، اس کے ذریعے تمام قدیم موروثی امتیازات ڈھ گئے اور تصور مساوات کا عملی نفاذ سامنے آیا جس میں کسی شخص کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں تھی، اگر تھی تو صرف تقویٰ کی بنیاد پر۔ جاہلی معاشرے میں غلاموں کو بہت کمزور سمجھا جاتا تھا۔ انہیں معاشرے میں مساویانہ حقوق حاصل نہیں تھے۔ انہیں میں سے رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے چاہا کہ ان کا نکاح بنو ہاشم کی اپنی ایک رشتے دار شریف خاتون زینب بنت جحش سے کر دیں تاکہ آپ ﷺ کی ذات اور آپ کے خاندان کے ذریعے طبقاتی امتیازات کا خاتمہ ہو جائے۔[14]

یہ امتیازات اتنے گہرے اور شدید تھے کہ ان کا خاتمہ وہی شخصیت کر سکتی تھی جسے تربیت اور قیادت کا منصب حاصل ہو تاکہ اس کے ذریعے ارتقاء پذیر معاشرے میں ایک زندہ نمونہ سامنے آئے، یہ عادت عربی معاشرے میں

رچی بسی تھی اس کا خاتمہ اور اس میں تبدیلی بہت دشوار تھی، لیکن آپ ﷺ نے اس سلسلے کی آزمائش کو گوارا کیا تاکہ جاہلی طور طریقوں کی جگہ معاشرتی اصول آداب نافذ ہوں۔

پھر اللہ کی مشیت یہ ہوئی کہ نبی کریم ﷺ جن پر معاشرے کی تربیت و تشکیل نو اور اس کی فرسودہ روایات کے ازالے کی ذمہ داری تھی، تبنیت (یعنی منہ بولا بیٹا بنانا) کے نظام کا بھی اس کے وسیع تناظر میں خاتمہ کر دیں، اور اس کی صورت یوں بنی کہ زید نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی ازدواجی زندگی کی پراگندگی کی شکایت کی، عرض کیا کہ زینب مجھے زبان سے اذیت دیتی ہے اور ایسا ویسا کہتی ہے۔ میں اسے طلاق دینا چاہتا ہوں، اس پر آپ ﷺ منع کیا۔[15] زینب کے معاملے میں جس صورتحال سے آپ دوچار ہونے والے تھے اس کا آپ ﷺ کو احساس تھا۔ مگر آپ باوجود اپنی شخصیت اور خداداد خصائص و امتیازات کے، اس رسم کو توڑ کر قوم کا سامنا کرنے میں متردد تھے۔[16]

صاحب ظلال القرآن اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ وہ بات تھی جسے اللہ تعالیٰ کے رسول اپنے دل میں چھپائے ہوئے اور وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ضرور ظاہر کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات آپ کی دل میں ڈال دی تھی۔ صریح حکم نہیں دیا تھا کیوں کہ اگر ایسا ہو تا تو آپ ﷺ تردد نہ کرتے اور اسے موکر کرنے اور ٹالنے کی کوشش نہ کرتے۔ لیکن آنحضرت ﷺ اس الہام کے باوجود اس حقیقت کا سامنا اور کے ساتھ لوگوں کا سامنا کرنے ڈر رہے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہونا مقدر فرما دیا چنانچہ آخر کار زید نے اپنی بیوی زینب کو طلاق دے دی۔ اور دونوں نے کچھ نہ سوچا کہ بعد میں کیا ہو گا۔[17]

یہ تمام معاملات حکمت الہیٰ کے تحت وقوع پذیر ہو رہے تھے تاکہ منہ بولے بیٹے کے حقیقی بیٹے کے مثل نہ ہونے کا قانون امت کے لیے وجود میں آجائے جیسا کہ مزکورہ نص سے معلوم ہوتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو یہ خبر دی تو آپ بغیر اجازت، بغیر تجدید عقد اور تعین مہر اور بغیر ان کاموں کے جو ہمارے حق میں مشروط اور مشروع ہیں، زینب کے پاس گئے۔ یہ نبی اکرم ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے اور باجماع امت اس میں آپ ﷺ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی لیے حضرت زینب دیگر دوسرے ازواج مطہرات پر فخر کیا کرتی تھیں اور کہتی تھیں "تم لوگوں کا نکاح تمہارے والدین نے کیا ہے اور میرا نکاح خود اللہ تعالیٰ نے کیا ہے" اور امام نسائی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

أنا التي زوجني الله من فوق سبع سموات[18] کہ حضرت زینب ازواج مطہرات پر فخر کرتے تھے کہ اللہ عزوجل نے میرا نکاح اسمان پر کیا ہے"۔

یہ ان منافقین کا رد ہے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اپنے آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے زید کی بیوی سے نکاح کر لینے کو نقص گر دانا تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اس کا ہونا برحق تھا اور اس کے وقوع پزیر ہونے میں کوئی چیز مانع نہ تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر تھی۔ اس میں کسی کا دخل نہیں تھا اسے ہو کر رہنا تھا۔[19] اللہ تعالیٰ جو کچھ چاہتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے اور جو نہیں چاہتا ہے وہ نہیں ہوتا۔

اس واقعے کی اہمیت یوں عیاں ہوتی ہے کہ اس نے معاشرتی تعلقات میں ایک انقلاب برپا کیا اور اس معاشرے میں رائج رسومات میں ایک اہم رسم کا خاتمہ کر دیا۔ اسے بغیر رسول کی شخصیت اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حکم کے ختم کرنا ممکن نہ تھا۔ آیات کریمہ کی ظاہری دلالت اور تصریحات کے پس منظر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعے سے اس معاشرے کے ڈھانچے، اس کے اعتقادات، فلسفہ اور اس میں پائے جانی والی طبقاتیت اور احساس برتری کو شدید دھچکا لگا تھا۔ زینب بنت جحش سے زید بن حارثہ کے بعد جو ایک آزاد کردہ غلام تھے اور غلاموں کی اس معاشرے میں کوئی حیثیت نہ تھی رسول اللہ ﷺ کا نکاح کر لینا ایک ایسا اہم مظہر تھا جس نے اس معاشرے کو ایک نیا رخ دیا، عصبیت اور نسل پرستی کے رجحانات ختم ہو گئے اور ان کی جگہ مساوات نے لے لی۔ آقا اور مولیٰ، آزاد اور غلام سب ایک درجے پر آ گئے اور برتری کا احساس مفقود ہو گیا۔

ظہار کے ذریعے اصلاح:

واقعہ ظہار کی منظر کشی کرنے والی آیات[20]

روایت میں ہے کہ آیات اس وقت نازل ہوئیں زجب حضرت اوس بن صامت نے اپنی بیوی حضرت خولۃ بنت ثعلبہ سے ظہار کیا تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے شوہر کا گلہ کرنے لگیں: "اے اللہ کے رسول ﷺ انہوں نے میرا مال کھایا، میری جوانی فنا کر دی، میں نے اپنا جسم ان کے سپرد کیا، یہاں تک کہ اب جب کہ میری عمر ڈھل گئی اور میں بوڑھی ہو گئی بچے کے قابل نہیں رہی تو وہ مجھ سے ظہار کر بیٹھے۔

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ الخ "۔[21]

یہ واقعہ جس عورت اور نبی کریم ﷺ کے درمیان ہونے والی باتیں اللہ تعالیٰ نے سن لی تھیں۔ ایک عظیم الشان واقعہ تھا۔ ارتقاء پزیر معاشرے کی تعمیر میں اس کے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے امت پر واضح کر دیا کہ وہ سات آسمانوں کے اوپر سے ایسی آیات نازل کرتا ہے جن کے ذریعے عورت کو انصاف ملتا ہے اور وہ اپنا حق پاتی ہے۔ اس کے لیے حق داروں کو ان کا حق دینا معاشرے کی تعمیر کا ایک اہم اور بنیادی جز ہے۔ اور سیدھے راستے کا وہ روشن نشان ہے جسے معاشرے کو اس قسم کے عائلی مسائل میں اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے۔

اسلام کا مقصد چونکہ 'انسان کامل' کا نمونہ پیش فراہم کرنا ہے، جس کی زندگی اپنے ہر ایک پہلو سے کامل واکمل ہو، تاکہ مخالفین اسلام کسی جگہ بھی انگلی رکھ کر یہ نہ کہہ سکیں کہ یہاں سے یہ اسوۂ حسنہ نامکمل ہے۔ اس لیے قریب قریب ہر ایک پیغمبر نے عائلی زندگی کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عائلی زندگی کے بغیر انسان کی زندگی نامکمل ہے۔ اسی لیے قرآن کریم نے آنحضرت ﷺ پر بازاروں میں چلنے پھرنے اور کھانا کھانے کے اعتراض کا حقیقت پسندانہ جواب دیا۔[22]

چونکہ نبی اکرم ﷺ کی ذات سے اسلام کے مفادات وابستہ تھے، اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے خانگی زندگی کا ایک نمونہ پیش کرنا تھا۔ اور اسی خانگی و گھریلو زندگی کے عملی نمونہ پیش کرنے سے عرب کی اس غیر اسلامی خانگی زندگی پر اثرات مرتب کرنے تھے۔

نبی اکرم ﷺ کی خانگی زندگی کے لیے خصوصی طور پر اللہ تعالیٰ نے کثرت ازدواج کی اجازت نازل فرمائی۔ کیوں کہ کثرت ازدواج ہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے عرب معاشرے کو راہ راست پر لانے اور اسلام کی بہترین دعوت کو عام کرنے مقصد تھا۔ چونکہ اسلام کی حکمت و دعوت کو عام کرنے کا مقصد پیش نظر تھا، آپ ﷺ کے ان اقدامات سے اس مقصد کی تکمیل میں بڑی مدد ملی، اس لیے آنحضرت ﷺ کی ان شادیوں کا پس منظر حکمت اسلام اور دعوت دین کو عام کرنے اصول تھا۔

تعلیم وتربیت کا سامان فراہم کرنا:

پھر چونکہ آپؐ کی بعثت کا مقصد تمام لوگوں کی تعلیم وتربیت تھا۔ قرآن میں اس مقصد کو واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ العَزِيزُ الحَكِيمُ[23]

''اور اے ربّ، ان لوگوں میں خود انہیں کی قوم سے ایک ایسا رسول اٹھائیو، جو انہیں تیری آیات سنائے، ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوارے۔ توبڑا مقتدر اور حکیم ہے''۔

کتاب اور حکمت کی تعلیم میں مرد بھی شامل ہیں اور عورتیں بھی، لیکن دوسری طرف عورتیں اپنی فطری شرم و حیاء اور صنفی مجبوریوں کے تحت مردوں سے آزادانہ تعلیم و تربیت حاصل نہیں کر سکتی تھی، لہذا اس مقصد کے لیے ایک واسطہ پیدا کرنا ضروری تھا مزید یہکہ صنف نازک کے بہت سے مسائل ایسے ہیں جن سے وہی بخوبی واقف ہو سکتی ہے اور ایسے مسائل کے بارے میں صنف نازک سے رجوع کیا جاسکتا ہے، لہذا نبی اکرم ﷺ نے اس مقصد کے

لیے اپنے اور مسلمان عورتوں کے مابین ازواج مطہرات کا واسطہ پیدا فرمایا، تاکہ عورتیں آزادی کے ساتھ اپنے مخفی مسائل کے حل کے لیے ان کی طرف رجوع کر سکیں۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے مختلف قبیلوں اور خاندانوں کی ایسی عورتیں اپنے گھر میں جمع فرمائیں، جو ذاتی طور پر اعلی درجے کی ذہین و فطین بھی تھیں اور اپنے اندر ایک معلمہ ہونے کی تمام خصوصیات رکھتی تھی اور ان کی معاشرتی اور سماجی حیثیت ایسی تھی کہ اعلیٰ گھرانوں کی مقدس عورتیں ان سے حصول علم میں فخر محسوس کرتی تھیں۔

مختلف افراد اور خاندانوں کی وفاداریوں کا صلہ:

ڈاکٹر محمود الحسن صاحب لکھتے ہیں:

''اسلام کی اشاعت اور اس کی دعوت و تبلیغ کے کام میں بہت سے لوگ اور کئی خاندان ایثار و قربانی کا مظاہرہ کررہے تھے۔ صحابہ کرام کی جان نثاری کا یہ عالم تھا کہ جہاں حضور ﷺ کا اشارہ ہوتا، وہاں وہ اپنے لہوں ندیاں بہا دیتے تھے۔ ان صحابہ کرام اور ان کے خاندانوں کی عزت افزائی اور ان کے شایان شان سکرام کے لیے نبی اکرم ﷺ نے مناسب سمجھا کہ آپ ﷺ ان کے خاندانوں میں نکاح کر کے انہیں ان کی قربانیوں کے مطابق عزت و شرف بخشیں اور اس طرح ان کے دینی اور ملی جذبوں کو نئی جہت مرحمت فرمائیں۔

حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق کی اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے لیے جان نثاری اور آپ ﷺ کے ساتھ وفاداری بے مثل اور بے مثال ہے۔ یہ دونوں بزرگ صحیح معنوں میں فنا فی الاسلام اور فنا فی الرسول تھے۔ ان کی خدمات کی حوصلہ آفزائی اور ان کے اعزاز و اکرام کے لیے اس سے بڑھ اور کیا اقدام ہو سکتا تھا کہ آنحضرت ﷺ ان کی صاحبزادیوں سے ازدواجی تعلق اور رشتہ قائم فرمائیں، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان دونوں بزرگوں کے خاندانوں کو اسی طریقے سے اعزاز و شرف عطا کیا۔

حضرت ام حبیبہ کا پورا خاندان اسلام دشمنی میں ایک نئی رقم تاریخ کر رہا تھا۔ ان کا والد کئی جنگوں میں مسلمانوں کے خلاف کمانڈر اعظم رہا۔ اس کی سوتیلی ماں ہند بنت عتبہ نے جنگ احد میں کفار مکہ کو مسلمانوں پر حملے کی ترغیب دے کر، اور سید الشہدا حضرت حمزہ کا مثلہ کر کے اسلام دشمنی کا نیا باب رقم کیا تھا۔ ان کی پھوپھی ام جمیل زوجۂ ابہ لہب اور چچا ابو لہب اسلام دشمنی اور عداوت دین میں، ہر اخلاقی اور ہر تہذیبی حد پار کر رہے تھے، مگر حضرت ام حبیبہ نے اس کی باوجود اپنے خاوند عبید اللہ بن جحش کا ساتھ دیا اور فوری طور پر اسلام قبول کر لیا اور اسلام کی محبت میں حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

پھر دیار غیر میں ان کے خاوند عبید اللہ بن جحش نے اسلام کا دامن چھوڑ کر عیسائیت کے حصار میں پناہ لے لی اور حضرت ام حبیبہ کو بھی عیسائیت قبول کرنے کی دعوت دی، مگر یہ باہمت اور اولوالعزم خاتون اسلام پر ثابت قدم رہیں اور اپنے خاوند سے اپنا ناطہ توڑ لیا۔ انہیں ان کے پے در پے قربانیوں، ایثار اور عزم و ہمت کا صلہ ملنا چاہیے تھا، چنانچہ انہیں یہ صلہ پیغمبر اسلام ﷺ کی زوجیت کی صورت میں ملا، اور حقیقت میں اس سے بڑھ کر صلہ کون سا ہو سکتا تھا؟ حضرت زینب بنت جحش ابھی کم سن تھیں کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا مگر اس خندان نے نبی اکرم ﷺ کا ہر طرح کا ساتھ دیا۔ حتیٰ کہ زینب کے جوان ہونے پر پورے خاندان کی خواہش تھی کہ آپ ﷺ خود ان خاندان سے اپنا ناطہ جوڑ کر اسے عزت بخشیں، مگر آپ ﷺ نے زید بن حارثہ (اپنے آزاد کردہ غلام) سے نکاح کی تجویز پیش کی۔ خاندان اس تجویز کے لیے راضی نہیں تھا، مگر آپ ﷺ کے حکم پر سب نے سر تسلیم خم کر لیا اور خود زینب بھی راضی ہو گئیں، مگر جب دونوں میں نہ بن سکی اور زید نے نبی اکرم ﷺ کے بار بار سمجھانے اور منع کرنے کے باوجود حضرت زینب کو طلاق دے دی اور ان پر ایک آزاد کردہ غلام کی 'طلاق یافتہ' ہونے کا عیب لگ گیا، جو آج سے چودہ سو سال قبل کے معاشرے میں کوئی غیر معمولی عیب نہ تھا تو ان تمام قربانیوں اور ان تمام جان نثاریوں کا صلہ اس کے سوا اور کیا دیا جا سکتا تھا جو رحمت عالم ﷺ کی بار گاہ سے اس خاندان کو دائمی عزت و حرمت کی صورت میں ملا۔ الغرض آپ ﷺ کے یہ نکاح اسلام کے مختلف جان نثاروں کی جان اور ان کی وفاداریوں کا صلہ اور انعقام بھی تھے، جس سے ان خاندانوں کی آئندہ تاریخ پر مثبت اثرات پڑے"۔[24]

سیاسی اثرات:

اس ضمن میں ڈاکٹر حافظ محمد ثانی لکھتے ہیں:

"رسول ﷺ نے فرضہ نبوت تبلیغ و دین کے لئے ہمہ گیر اسباب اختیار فرمائے، ان عام اسباب میں سے ایک عام سبب مختلف قبائل و عرب خاندانوں اور علاقوں کی خواتین سے شادی تھا جس میں دیگر مقاصد و اسباب کے ساتھ ساتھ ایک اہم مقصد سیاسی اثر و رسوخ کا اصول اور اس کے ذریعے قبائل عرب و مختلف انسانی طبقات میں دین کی تبلیغ کافر و مشرکین اور دین کے دشمنوں کو اسلام کے قریب تر لانا اور ان میں اسلام کی ترویج و اشاعت تھا۔ تاریخ نے اس ناقابل تردید حقیقت کو سچ کر دکھایا اور کچھ ہی عرصے میں اسلام ایک غالب دین کے طور پر دنیا کے سامنے متعارف ہوا۔ قبائل عرب کی ان ہمدردی اور حمایت آپ ﷺ کو حاصل ہوئی۔ دین کی عالم گیر ترویج اور اشاعت میں بھرپور معاون ثابت ہوئی، اسلام سرزمین عرب سے نکل کر دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلا، کفر و شرک کا سرزمین عرب

سے خاتمہ ہوا اور مختلف عرب قبائل سے آپ ﷺ کی شادیوں اور رشتے داری کے دورس اور ہمہ گیر اثرات مرتب ہوئے"۔[25]

نامور محقق اور سیرت نگار پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہ اپنی کتاب رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی میں اس حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ہجرت مدینہ کے بعد ایک اسلامی حکومت قائم ہو گی جو ایک شہری مملکت سے اغاز پا کر دس ہی سال میں پورے جزیرہ نما عرب اور جنوبی عراق و فلسطین تک کے دس بارہ لاکھ مربع میل رقبے پر محیط ہو گئی تھی، اس زمانے میں پیغمبر اسلامؐ نے جو عقد فرمائے، وہ سیاسی جغرافیائی نقطہ نظر سے دلچسپی اور اہمیت رکھتے ہیں"۔[26]

ڈاکٹر حمید اللہ ازواج مطہراتؓ کی مختلف قبائل عرب سے وابستگی اور اس کے سیاسی اثرات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اہل مکہ سے باہر ام المؤمنین حضرت زینبؓ بنت خزیمہؓ اور حضرت میمونہؓ بنت حارث دونوں کا تعلق یمن کے بااثر اور طاقت ور قبیلے عامر بن صعصہ سے تھا، خاص کر ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کی آٹھ نو بہنیں تھیں اور یہ سب سیاسی لحاظ سے بااثر اچھے گرانوں میں بیاہی گئی تھی، اور "کتاب المحبر" کی مستند مؤلف محمد بن حبیب کو تسلیم کرنا پڑا۔ "پورے عرب میں سے کوئی اور ایسی عورت معلون نہیں جس کے داماد اس سے زیادہ بااثر ہوں جتنے ہند بنت عوف کے تھے، جو حضرت میمونہؓ اور ان بہنوں کی ماں تھی۔ حضرت جویریہؓ مصطلق کے سردار کی بیٹی تھی، یہ ایک نہایت ہی طاقت ور اور وسیع قبیلہ تھا اور مکہ اور مدینہ کے درمیان رہتا تھا، اس عقد کے ساتھ اسلامی مملکت کی سرحد مکے کی سمت کوئی ایک سو میل اگے بڑھ گئی۔ کندہ جنوبی عراق میں ایک شاہی خاندان تھا، اسلام سے پہلے ان کی سلطنت جنوبی شام اور جنوبی عراق تک سارے عرب میں پھیل گئی تھی، اس کے اثرات عہد اسلامی میں بھی کافی تھے، اس قبیلے سے بھی رسول اللہ ﷺ نے ازدواجی رشتہ دادری کے ذریعے تعلقات قائم فرمائے تھے، جب کہ مکے میں حضرت خدیجہؓ کا کا تعلق بنی اسد بن عبد العزیٰ سے تھا، ام المؤمنین حضرت سودہؓ کا تعلق بنی عامر بن لوئی سے تھا، حضر عائشہؓ کا بنی تمیم، حضرت حفصہؓ کا بنو عدی۔ حضرت ام سلمہؓ کا بنو مخزوم، حضرت ام حبیبہؓ کا بنو امیہ سے، حضرت زینب بنت جحشؓ کا قبیلہ بنو اسد بن خزیمہ سے تھا، اور مکے میں ان سے زیادہ بااثر اور کوئی خاندان نہ تھے۔[27]

موصوف مزید لکھتے ہیں!

"اس مختصر بحث کے بعد یہ نتیجہ اخذ کئے بغیر نہیں رہتا کہ ان نکاحوں کے ذریعے قدیم (نسلی اور طبقاتی) عصبیتوں کے خاتمے کو دور کرنے کی رسول اللہ ﷺ نے کتنی وسیع تر کوشش فرمائی اور نتائج بھی یہ بتاتے ہیں کہ یہ کوششیں بے کار نہ رہیں، (ان کے دورس اور ہمہ گیر سیاسی اثرات مرتب ہوئے)[28]

چنانچہ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی اور قبائلی اعتبار سے بااثر خاندانوں میں شادیوں سے اشاعت اسلام کی راہیں ہموار ہوئیں، قبائل عرب کی دشمنی میں کمی آئی یا ان کا خاتمہ ہوا اور بالخصوص ام المؤمنین حضرت جویریہؓ سے رسول اللہ ﷺ سے شادی کے سبب عرب کا انتہائی بااثر قبیلہ بنو مصطلق اور اس کے حلیف مختلف عرب قبائل جو اسلام اور مسلمانوں کے دشمن تھے، دوست بن گئے، بہت جلدی قبیلہ مسلمان ہو گیا اور اسلام کی ترویج و اشاعت میں بنیادی کردار ادا کیا۔ چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے:

"ہم نے کسی عورت کو نہیں دیکھا جو اپنی قوم کے لئے ان سے زیادہ برکت کا باعث بنی ہو جتنی برکت کا باعث حضرت جویرہؓ اپنی قوم کے لئے بنی"۔[29]

حضرت ام المؤمنین صفیہؓ سے نکاح سے یہودیوں کا ایک بڑا طبقہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے قریب ہو گیا اور یہودیوں میں اشاعت اسلام کی راہ ہموار ہوئی۔ عرب مصنف محمد علی صابونی کے بقول رسول اللہ ﷺ کی حضرت صفیہؓ سے شادی سے قبل یہودی ہر موقع اور بالخصوص ہر محاذ جنگ میں شریک نظر آتے تھے، لیکن اس نکاح کے بعد یہودی کسی جنگ میں اور مسلمانوں کے مدمقابل نظر نہیں آئے۔[30]

حضرت ام حبیبہؓ اور حضرت میمونہؓ سے رسول اللہ ﷺ کی شادیوں کے سبب قریش اور کفار مکہ کی اسلام دشمنی میں حد درجہ کمی واقع ہوئی اور بالآخر فتح مکہ کے بعد مکہ دارالسلام اور شہر امن بن گیا۔ جزیرہ عرب میں روز افزوں اسلام کی ترویج واشاعت میں بھرپور مدد ملی اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ رسالت مآب ﷺ نے اعلان عام فرمایا۔" **اخرجوا اليهود النصارىٰ من جزيرة العرب**" مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ دین کی دعوت و تبلیغ اور دو بڑی مراکز قرار پائے اور بہت جلد دنیا اسلام کے نور سے منور ہوئی۔

معاشرے کے مختلف طبقات میں شادی کی تعلیم:

امہات المومنینؓ جزیرہ نمائے عرب کے مختلف طبقات اور قبائل سے تعلق رکھتی تھیں، ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے بقول ازواج مطہراتؓ کی جغرافیائی تقسیم اور ملک گیر وسعت کے ہمہ گیر اثرات مرتب ہوئے، رسول اللہ ﷺ کی شا

دیوں میں قریب قریب ہر بڑے قبیلے کی نمایندگی نظر آتی ہے، چونکہ یہ عموماً نہایت ہی شریف خاندان سے تعلق رکھتی اور بڑے رتبے کی حامل تھیں لہٰذا اس کے اثرات بھی دوررس ثابت ہوئے۔

متعدد قبائل عرب میں آپ ﷺ کی شادیوں سے امت کو مختلف طبقات میں شادی کی تعلیم اور ترغیب نظر آتی ہے، اس طرح گویا قبائلی عصبیت کے خاتمے اور امت کے وسیع تر اتحاد میں بھرپور مدد ملی۔ طبقاتی اور مسلی امتیازات کا خاتمہ ہوا۔ اور اسلام کا رشتہ اخوت پروان چڑھا، اس کی دینی، معاشرتی اور سماجی اہمیت جاننے کے لئے عہد جاہلیت کی تاریخ پر نظر ڈالیے۔

"حج "عہد جاہلیت میں بھی ایک مقدس فریضہ اور اہم عبادت سمجھی جاتی تھی تاہم طبقاتی امتیازات عربوں میں اس حد تک جڑ پکڑ چکی تھی اور وہ اس مقدس فریضہ کی ادائیگی کے وقت بھی طبقاتی امتیازات کا ہر ممکن خیال رکھتی تھی ،چنانچہ ان کا نظریہ تھا کہ ہم چونکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی اولاد حرم مکہ کے مجاور پاسبان بیت اللہ کے نگہبان اور مکہ کے باشندے ہیں لہٰذا ابنی نوع انسان کا کوئی فرد ہمارا ہم رتبہ نہیں اور نہ کسی کے حقوق ہمارے حقوق کے مساوی ہیں۔ لہٰذا ہمارے شایان شان نہیں کہ ہم حدود حرم سے باہر جائیں، چنانچہ دوران حج ارکان حج کی ادائیگی کے لئے یہ لوگ عرفات نہیں جاتے تھے بلکہ مزدلفہ میں ٹھہر کر افادہ کر لیا کرتے تھے۔

طبقاتی امتیازات کے لئے بندھنوں میں بندھے ہوئے عرب معاشرے میں رسول اللہ ﷺ نے دین مبین کی تعلیمات کی روشنی میں مسلمانوں کو درس اخوت اور درس محبت دیا، ان کو انسانیت کے رشتے میں پرو کر ان کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم فرمایا اور عرب کے مختلف طبقات اور مقابل میں شادیاں کر کے گویا صحابہ کرامؓ اور امت کے تمام افراد کو یہ درس دیا کہ نام و نسب کے بندوں اور طبقاتی امتیازات کے دین میں کوئی حیثیت نہیں ازواج مطہرات سے رسول اللہ ﷺ کی شادیوں سے درحقیقت امت کو مختلف انسانی طبقات میں شادی کی تعلیم ملی۔

پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہ نے ازواج مطہرات نبوی اور عہد نبوی میں بین الاقوامی عصبیتوں کو دور کرنے کی بعض تدبیریں کے زیر عنوان اس موضوع پر تفصیلی بحث کی ہے۔

"رسول اللہ ﷺ کی شادیوں کا ایک اہم اور بنیادی سبب امت کو بیوہ اور بے سہارا خواتین سے شادی کی تعلیم و ترغیب دینا تھا۔ اسلام سے قبل عرب عہد جاہلیت دنیا کے مذاہب اور مختلف انسانی معاشروں میں عورتوں کا کیا مرتبہ و مقام تھا، وہ انسانی تاریخ کا المیہ داستان ہے۔ انسانی تاریخ کے اس تاریک دور اور عرب کے اس نیم وحشی معاشرے میں پیغمبر اسلام ﷺ نے دین کی دعوت اور انسانیت کا درس دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بیوہ اور بے سہارا خواتین سے شادی کر کے ایک عظیم مثال قائم کی جو امت کے لئے تقلید ہے یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ غم گساری دو جہاں

محسن انسانیت پیغمبر رحمت حضرت محمد ﷺ کی ازواج مطہرات میں غالب اکثریت بیوہ و بے سہارا خواتین پر مشتمل تھی چنانچہ ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ، حضرت سودہؓ، حضرت ،حفصہؓ، حضرت زینب بنت خزیمہؓ، حضرت ام سلمہؓ ،حضرت جویریہؓ ،حضرت ام حبیبہؓ ،حضرت صفیہؓ،حضرت میمونہؓ تمام بیوہ خواتین تھیں۔ان سے شادیاں کرکے رسول اللہ ﷺ نے عظیم مثال قائم فرمائی۔ جسے کسی بھی سطح پر قابل اعتراض نہیں گردانا جاسکتا۔[31]

بے سہارا خواتین اور یتیم بچوں کی کفالت:

"نبی اکرم ﷺ جب ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے، تو اس کے فوراً بعد ہی مسلمان اور کفار کے مابین جنگ و جدال کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ جس سے مدینہ کے محدود معاشرے میں بہت سی خواتین اور بچے تحفظ (Shelter) سے محروم ہوگئے۔ایک ایسے معاشرے میں جہاں مہاجرین کی صورت میں پہلے ہی سے توجہ طلب لوگوں کی بڑی تعداد موجود ہو، وہاں مسلمان عورتوں اور بچوں کے اضافے سے کیا کیا مسائل پیدا نہ ہوسکتے تھے۔ان مسائل کے سد باب کے لیے نبی اکرم ﷺ نے صحابہ م کرام کو بھی بیوگان سے نکاح کی ترغیب دی اور خود بھی، ایک زوجہ مطہرۃ حضرت عائشہ کے سوا، سارے نکاح بیوگان سے فرمائے۔ جس سے ان خواتین اور ان کے بچوں کو تحفظ میسر آگیا اور صحابہ کرام کے لیے بیوگان سے نکاح اور ان کے یتیم بچوں کی سرپرستی کا عمدہ ترین نمونہ اور کامل ترین اسوۂ حسنہ فراہم ہو گیا، اور ان بے سہارا خواتین اور یتیم بچوں کے لیے آبادکاری کا انتظام کیا"۔[32]

الغرض آنحضرت ﷺ کے اس طرز عمل نے فوری طور پر سلطنت مدینہ میں بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کے لیے مناسب و موزوں تحفظ فراہم کر دیا اور سلطنت مدینہ کے اس اہم ترین مسئلے کو فوری طور پر حل کر دیا اور مستقبل میں آنے والے مسلمانوں کے لیے ایک مبارک و پاکیزہ نمونہ عمل فراہم کیا۔

عرب معاشرہ انتہائی محدود ذہنیت کا حامل تھا۔یہ لوگ ہر مسئلے اور ہر بات کو ذاتی حوالے سے دیکھتے تھے اور اس کے بارے میں مثبت یا منفی فیصلہ کرتے تھے۔ یہ لوگ اپنے قبیلے کے بھائی کی ہر صورت مدد کرتے تھے، خواہ وہ ظالم ہوتا یا مظلوم۔ انتہا یہ ہے کہ بنو امیہ اور بنو مخزوم قریشی خاندانوں نے اسلام دشمنی میں اسی اصول کو پیش نظر رکھا اور اسلام کی اسی بنا پر مخالفت کی کہ یہ دین برحق ان کے قبیلے اور خاندان پر نہیں اترتا۔

عرب معاشرے کے اس تعصب میں جاہل عربوں کے ساتھ ساتھ وہاں کے یہودی بھی برابر شریک تھے۔ چنانچہ ان کی اسلام دشمنی اور عداوت رسول ﷺ کی بڑی وجہ یہ تھی کہ نبی آخر الزمان ﷺ کی بعثت ان کے خاندان میں کیوں نہیں ہوئی۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُواْ بِمَا أَنزَلَ اللّهُ قَالُواْ نُؤْمِنُ بِمَآ أُنزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرونَ بِمَا وَرَاءهُ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقاً لِّمَا مَعَهُمْ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنبِيَاء اللّهِ مِن قَبْلُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ[33]

"جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے اس پر ایمان لاؤ، تو وہ کہتے ہیں "ہم تو صرف اُس چیز پر ایمان لاتے ہیں، جو ہمارے ہاں (یعنی بنی اسرائیل) میں اتری ہے، اس دائرے کے باہر جو کچھ آیا ہے، اسے ماننے سے وہ انکار کرتے ہیں، حالانکہ وہ حق ہے اور اُس تعلیم کی تصدیق و تائید کر رہا ہے جو ان کے ہاں پہلے سے موجود تھی۔ اچھا، ان سے کہو: اگر تم اس تعلیم ہی پر ایمان رکھنے والے ہو جو تمہارے ہاں آئی تھی، تو اس سے پہلے اللہ کے اُن پیغمبروں کو (جو خود بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے تھے) کیوں قتل کرتے رہے ؟"۔

ان حالات میں نبی اکرم ﷺ کے عرب کے مختلف خاندانوں سے ازدواجی تعلقات خود ان کے لیے اور ان کے قوم کے لیے رحمت ثابت ہوئے۔ آپ ﷺ کے یہ ازدواجی مراسم غیر محسوس طور پر کئی قبیلوں اور خاندانوں میں اسلام کے حق میں مثبت تبدیلی کا باعث بن گئے اور ان رشتہ داریوں نے اسلام کی اشاعت اور مختلف قبیلوں میں کی اسلام اور نبی اکرم ﷺ سے دشمنی کو ختم کرنے میں بہت موثر کردار ادا کیا۔

خانگی زندگی میں عدل وانصاف کا اسوۃ قائم کرنا:

نبی اکرم ﷺ کی خانگی زندگی میں عرب معاشرے کے لیے ایک اور نمونہ یہ بھی تھا کہ کس طرح زیادہ بیویوں کے درمیان عدل و انصاف کا اسوۃ قائم ہو سکتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا نے دیکھا کہ کس طرح نبی اکرم ﷺ نے یہ عدل و انصاف کا اسوہ عرب معاشرے کے سامنے پیش کیا۔ اسلام میں مسلمانوں کو ضرورت کے وقت چار نکاح کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔[34]

مگر اس کو عدل کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ عدل سے مراد یہ ہے کہ خاوند اپنی بیویوں کے ساتھ بہترین تعلقات، معاملات، نان نفقے اور اپنے رویے میں یکسانیت پیدا کرے، عموماً اس پر عمل مشکل ہوتا ہے اس لیے کہ تمام بیویوں سے مرد کی محبت یکساں نہیں ہوتا، کیوں کہ کوئی بیوی خاوند کو زیادہ پیاری ہوتی ہے اور کوئی کم۔ محبت میں اس تفاوت کے مطابق خاوند کے رویے اور سلوک میں فرق آجاتا ہے۔ اس کے بار میں عرب کی راہ نمائی بھی ضروری تھی اور ان کا اصلاح بھی۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے عملی راہ نمائی فراہم کرنے کے لیے اتنی تعداد میں میں نکاح فرمائے اور بعض ازواج کے ساتھ زیادہ محبت کے باوجود آپ ﷺ نے عملی طور پر تمام ازواج مطہرات کے ساتھ یکساں سلوک اور رویہ اپنایا، اور اپنی تمام بیویوں کے ساتھ عدل کا معاملہ کر کے امت اور خصوصاً عرب کے لیے ایک اعلیٰ مثال قائم فر

مائی اور عرب کے لوگوں کو اپنے طرز عمل سے بتایا کہ بیویوں میں عدل کس طرح کرنا چاہیے اور اس طرز عمل کی وجہ سے عرب کی خانگی زندگیوں میں ایک مثبت تبدیلی رونما ہوئے۔

چنانچہ عرب کا معاشرہ اور ان خواتین کے گھرانے صحیح معنوں میں اس دور کی علمی دانش گاہیں بن گئیں۔ اور یہی نبی اکرم ﷺ کی خانگی زندگی کے اثرات تھے کہ عرب معاشرے میں دن رات علمی باتیں اور تعلیم کے چرچے رہتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا اہم اور بنیادی مقصد، دنیا کی اصلاح و تہذیب اور افراد معاشرہ کی تربیت ہے۔ جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ کو 'معیار' اور اسوۃ قرار دیا، مگر آپ ﷺ کی عوامی زندگی دو حصوں پر مشتمل تھی۔ ایک عوامی زندگی اور گھریلو زندگی، عوامی زندگی کا مشاہدہ کرنے والے ہزاروں کی تعداد میں صحابہ کرام موجود تھے۔ جو آنحضرت ﷺ کی ایک ایک بات کو نوٹ کرتے تھے اور اسے دوسروں تک پہنچاتے تھے۔ جبکہ آپ ﷺ کی خانگی اور گھریلو زندگی میں یہی خاصیت پیدا کرنے کے لیے زیادہ تعداد میں ایسی خواتین کی ضرورت تھی جو آپ ﷺ کی ذاتی یا نجی زندگی کا یک ایک واقعہ نوٹ کریں اور اس کو عوام الناس تک روایت کریں ۔اس لیے نبی اکرم ﷺ نے عام مسلمانوں کی نسبت زیادہ نکاح فرمائے اور ایسی عورتیں گھر میں جمع کیں جو آپ ﷺ کی باتیں بالکل صحیح صحیح صورت میں دوسرے لوگوں تک منتقل کر دیں، نامور محدث اور مفسر قرآن مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

"یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پبلک لائف پر صحابہ کرام ﷺ کی ایک جماعت کثیرہ بطور شاہد تیار ہو گئی تھی، لیکن آپ ﷺ کی خانگی زندگی کے حالات کا بھی ایک زبردست شہادت کے ساتھ دنیا کے سامنے بے نقاب ہونا ضروری تھا، چونکہ یہ ایک نہایت نازک معاملہ تھا اس لیے واقعات کی صحت کے متعلق کافی شواہد کے پیش کیے جانے کی سخت ضرورت تھی۔ اس لیے سوائے ازواج کے اور کسی کا کام نہ ہو سکتا کہ خانگی زندگی بطور شاہد پیش ہو سکتے، کیوں کہ بیوی جس قدر شوہر کی محرم راز اور اس کی طبیعت اور فطرت سے واقف ہو سکتی ہے کوئی دوسرا شخص ہر گز نہیں ہو سکتا۔ بس اس لیے آنحضرت ﷺ کے لیے متعدد نکاح کرنے کی ضرورت تھی، تاکہ آپ ﷺ کی خانگی زندگی کے متعلق تمام حالات نہایت وثوق کے ساتھ دنیا کے سامنے آجائیں اور آپ ﷺ کی خانگی زندگی کے ہر شعبے کو اپنے لیے مشعل ہدایت بنا سکے"۔[35]

تو ایسی صورت میں جب کہ مخفی حالات کا ظاہر ہونا عورتوں کے بغیر ممکن نہیں تھا، دس بیویوں کی گواہی تیار کی گئی، تاکہ تمام معاملات کی حیثیت کما حقہ واضح ہو سکے۔ اور یہی وجہ ہے کہ عرب کے اس معاشرے پر نبی اکرم ﷺ کی بہترین خانگی زندگی کے ساتھ ایک بہترین تعلیمات کا اثر نکاح اور خانگی زندگی کی وجہ سے ہوا۔

طبقاتی امتیازات کا خاتمہ:

رسول اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت پوری انسانی دنیا بشمول مہذب اقوام بالعموم اور پورا عرب معاشرہ بالخصوص بدترین قبائلی عصبیت اور طبقاتی امتیازات کا شکار تھا۔ جیسا کہ اس قبل بیان کیا جاچکا ہے کہ ان کا نظریہ تھا کہ ہم چونکہ ابراہیم خلیل اللہؑ کی اولاد، حرم مکہ کے مجاور و پاسبان، بیت اللہ کے نگہبان اور مکے کے باشندے ہیں، لہٰذا بنی نوع انسانی کا کوئی فرد ہمارا ہم رتبہ نہیں، اور نہ کسی کے حقوق ہمارے حقوق کے مساوی ہیں۔[36]

عہد جاہلیت کے طبقاتی امتیاز اور عصبیت کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ قریش مکہ مناسک حج کی ادائیگی میں عام حجاج سے منفرد اور ممتاز رہتے تھے، وہ میدان عرفات میں عام حجاج کے ساتھ ٹھرنا ہی باعث عار سمجھتے تھے، آنے جانے میں پیش قدمی کرتے، ان کی مقتدا اور پیشوا اپنے لوگوں سے کہتے کہ تم ابراہیمؑ کی اولاد ہو، مکے کے باشندے اور کعبۃ اللہ کے متولی ہو، تمھاری عزت سب سے زیادہ ہے اور جو حقوق تمھارے ہیں، وہ کسی عرب کے نہیں، تمام عرب جس قدر تمہاری عزت کرتے ہیں، کسی اور کی نہیں کرتے۔ غرض تمھارے مرتبے کا کوئی شخص نہیں۔[37]

قبائلی اور امتیازات کا یہ لحاظ ازدواجی رشتوں میں بھی ملحوظ رکھا جاتا تھا، نسلی اور نسبی تفاخر اور قومی عصبیت کی وجہ سے اعلیٰ طبقے کے افراد اپنی بیٹیوں کا نکاح کم حیثیت اور کم تر افراد سے نہیں کرتے تھے۔[38]

نسلی تفاخر، طبقاتی امتیازات اور قومی عصبیت کے اس تاریک دور میں جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی تو آپؐ نے اسلامی اخوت و مساوات کا درس دیا۔ آپؐ نے دنیائے عرب کے سامنے بالخصوص پوری انسانیت کے سامنے یہ تعلیم عام فرمائی کہ:

"اے قریشیو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم کو جاہلیت کی نخوت اور غرور نسب سے پاک کر دیا ہے، اے لوگو تمھارا رب ایک ہے، تمھارا باپ ایک ہے، تم سب کے سب آدمؑ کی اولاد ہو۔ اور آدمؑ مٹی سے پیدا تھے، نہ کسی عربی کو عجمی پر برتی حاصل ہے، نہ دکسی عجمی کو عربی پر فضیلت حاصل ہے، نہ سیاہ فام سرخ فام پر اور نہ سرخ سیاہ ہر فوقیت رکھتا ہے، مگر تقویٰ کے ساتھ"۔[39]

"محسن انسانیت ﷺ نے وحدت امت اور وحدت انسانیت کا عملی تصور پیش کیا، آپ ﷺ نے زمانہ جاہلیت کے کبر وغرور اور فخر و تکبر پر مبنی طبقاتی اور قبائلی نظام کا خاتمہ فرمایا، مساوات انسانی کا درس دیا اور تقویٰ و پرہیز گاری کو معیار فضیلت قرار دیا۔ رسول اکرم ﷺ نے مختلف عرب قبائل میں شادیاں کر کے طبقاتی امتیاز اور قبائلی و نسلی تفاخر پر مبنی عصبیت کا خاتمہ فرمایا۔ آپ ﷺ کی ازواج مطہراتؓ جزیرہ نمائے عرب کے مختلف قبائل اور خاندانوں کی نمائندگی کر رہی تھیں۔ چنانچہ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا تعلق قبیلہ بنو اسد، حضرت سودہؓ کا قبیلہ بنو عامر، حضرت عائشہ صدیقہؓ کا قبیلہ بنو تمیم، حضرت حفصہؓ کا قبیلہ بنو عدی، حضرت زینب بنت خزیمہؓ کا بنو عامر صعصعہ، حضرت ام سلمہؓ کا قبیلہ بنو مخزوم، حضرت زینب بنت جحشؓ کا قبیلہ بنو اسد، حضرت جویریہؓ کا قبیلہ بنو مصطلق، حضرت ام حبیبہؓ کا بنو امیہ حضرت صفیہؓ کا قبیلہ بنو نضیر، اور حضرت میمونہؓ کا قبیلہ عامر بن صعصعہ (قریش) سے تعلق تھا"۔[40]

اس طرح گویا آپ ﷺ نے وحدت و مساوات انسانی کے درس کے ساتھ ساتھ تمام قبائل عرب کو اپنی ذات، دین کی دعوت و شاعت اور خود اسلام کے جھنڈے تلے لا کھڑا کیا۔ تمام امتیازات باطل قرار دئے گئے۔ اس حوالے سے رسول اکرم ﷺ نے ایک شان دار، قابل فخر اور لائق تقلید نمونہ امت کے سامنے پیش فرمایا۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ رسول اکرم ﷺ کی متعدد شادیوں کے طبقاتی و قبائلی عصبیت کے خاتمے میں کردار اور اس کے اثرات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"عربوں میں چونکہ قبیلہ داری نظام ہی عام طور پر رارئج تھا، اس لئے رشتہ داری سے زیادہ موثر کوئی اور وجہ دوستی و حلیفی کی نہیں ہو سکتی تھی، ہجرت مدینہ کے طوئبعد ایک اسلامی حکومت قائم ہو گئی جو ایک شہری مملکت سے آغاز پا کر دس ہی سال میں پورے جزیرہ نما عرب اور جنوبی عراق و فلسطین تک کے دس بارہ لاکھ مربع میل رقبے پر محیط ہو گئی تھی، اس زمانے میں پیغمبر اسلام ﷺ نے جو عقد فرمائے وہ جغرافیائی نقطہ نظر سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ قریب قریب ہر قبیلے کی اس میں نمائندگی نظر آتی ہے اور اس کے اثرات بھی دور رس ثابت ہوئے"۔[41]

طبقاتی امتیازات اور قبائلی عصبیت کت خاتمے میں ان شادیوں نے کیا کردار ادار کیا، اس حوالے سے ڈاکٹر حمید اللہ ازواج مطہراتؓ نبویؐ اور عہد نبویؐ میں بین الاقوامی عصبیتوں کو دور کرنے کی بعض تدبیروں کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

"جہاں تک عرب کے صحرائی براعظم کا تعلق ہے وہاں یہ صورت حال اپنی پوری شدتوں کے ساتھ بلکہ شاید سب سے زیادہ انتہائی صورت میں نظر آتی ہے۔ عرب اور عجم کا بنیادی اور ابتدائی فرق چھوڑ بھی دیا جائے تو عدنانی اور قحطانی قبائل کا باہمی تعصب کچھ اتنا شدید تھا کہ اسلام کے ابتدائی صدیوں یں بھی اس کے اثرات پڑے بغیر نہ

رہے، پھر عدنانیوں میں مضر اور ربیعہ کی کشمکش کچھ کم شدید نہ تھی، اس طرح نیچے اترے ہوئے قریش اور غیر قریش کا مسئلہ مستقل تھا، اور خود قریش کے اندر بنو ہاشم اور بنو امیہ کی رقابتوں سے اسلام کی تاریخ میں کون واقف نہیں، ان حالات میں اسلام کا آغاز ہے اور وہ ان تمام تنگ نظریوں اور عصبیتوں کے خلاف ایک دوسری انتہا پر پہنچا ہوا تھا، اسلام کے نزدیک عرب کا خدا بھی ایک ہی تھا اور عجم کا بھی، جو عدنانیوں کا خدا تھا وہی قحطانیوں کا، تمام انسان ایک ہی باپ آدمؑ کی اولاد ہیں، اور گورے کالے ہونے اور زبان اور وطن کا فرق رکھنے سے ان کی فطری مساوات میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اگر کوئی برتری و فروتری ان میں آپس میں ہے تو وت صرف ہر ایک کے ذاتی اعمال واخلاق کو باعث ہے۔[42]

موصوف اس بحث کے اختتام پر لکھتے ہیں:

"اس مختصر بحث کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیے بغیر نہیں رہتا کہ ان مختلف قبائل میں نکاحوں کے ذریعے مسلمانوں میں پرانی عصبیتوں کو دور کرنے کی رسول اکرم ﷺ نے کتنی وسیع تر کوشش فرمائی اور نتائج بھی یہ بتائے ہیں کہ یہ کوششیں بے کار نہ رہیں"۔[43]

معاشرتی اصلاح کے لئے مردوں سے زیادہ عورتوں کی تربیت زیادہ ضروری ہے، کہ بچہ ان ہی کی گود میں پرورش پاتا ہے، ماں کی گود بچوں کے لئے اولین درس گاہ اور تربیت گاہ ہے۔ ماں اگر اچھی اور تربت یافتہ ہو گی تو اس کے بچے بھی شائستہ اور مہذب ہوں گے اور بچوں کی اصلاح و تربیت سے آئندہ نسل کی اصلاح ممکن ہے اس لئے عورتوں کی اصلاح و تربیت اور ان کے درمیان دین کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ضروری تھا کہ آپ ﷺ مختلف عمروں اور مختلف ذہنی صلاحیتوں کی حامل خواتین کو اپنے نکاح میں لائیں اور اس طرح براہ راست ان کی تربیت فرما کر عورتوں کی اصلاح کے لئے تیار کریں۔ اور ایسا ہی ہوا کہ ازواج مطہراتؓ نے آپ ﷺ کہ سیرت و سنت کی جس طرح حفاظت کی اور جس صداقت و دیانت و احتیات کے ساتھ امت کی طرف منتقل کی، وہ اسلامی تاریخ کا شاندار مثالی کارنامہ ہے اور رہتی دنیا تک لوگوں کے لیے نبی اکرم ﷺ کی خانگی زندگی ایک قابل تقلید نمونہ بن گیا۔

مصادرومراجع

[1]. سورۃ الروم ۳۰:۲۱ / سورۃ البقرۃ ۲:۱۸۷

[2]. محمد قطب، **دراسات قرآنیہ**، طبع دار الشروق، بیروت، ص ۴۰۸۔ ۴۱۰

[3]. دیکھیے، سورۃ الرعد ۱۳:۳۸۔ سورۃ النور ۲۴:۳۲۔ سورۃ النساء ۴:۲۲۔ سورۃ یس ۳۶:۳۶۔ سورۃ النساء ۴:۱۔ سورۃ ابراہیم ۱۴:۳۹۔ سورۃ ال عمران ۳:۳۸۔ سورۃ مریم ۱۹:۴۔ سورۃ النور ۲۴:۳۲۔ سورۃ الطلاق ۶۵:۲۔۳۔ سورۃ المائدۃ ۵:۵ ۔ سورۃ الممتحنہ ۶۰:۱۲۔ سورۃ یوسف ۱۲:۳۲۔ سورۃ التحریم ۶۶:۱۲۔ سورۃ الفرقان ۲۵:۶۸۔ سورۃ النور ۲۴:۲۶۔ سورۃ الروم ۳۰:۲۱۔ سورۃ البقرۃ ۲:۱۸۹ سورۃ البقرۃ ۲:۲۲۱

[4]. سورۃ النور ۲۴:۳۰

[5]. سید سابق، **فقه السنة**، (المتوفی ۱۴۲۰ھ)، موقع مکتبة المسجد النبوي الشريف، ج، ۲، ص ۱۰

وأن أهل الجاهلية كانوا إذا حاضت المرأة لم يؤاكلوها، ولم يشاربوها، ولم يجالسوها على فرش ولم يساكنوها في بيت،

[7]. الرازي، أبو عبد الله، الشافعي، محمد بن عمر بن الحسين، تفسیر الفخر الرازی، دار النشر دار إحياء التراث العربي، ج، ٦، ص ۴۱۴

[8]. رازی، امام، تفسیر الفخر الرازی، ج ٦، ص ۴۱۴

[9]. بخاری، امام، صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب النوم مع الحائض وھی فی ثیابھا، حدیث: ۳۲۲

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ۞ وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ۞ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا،

[10]. سورۃ الاحزاب ۳۳:۳٦۔۳۷۔۳۸

[11]. القرطبي، محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح، أبو عبد الله، **الجامع لأحكام القرآن، بیروت، ۱۴/۷۹** سورۃ الاحزاب، آیۃ، ۳٦۔۴۷۔۴۰

خطب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم زینب بنت جحش لزید بن حارثة - رضي اللہ عنہ فاستنكفت منه، وقالت أنا خير منه حسبا وكانت امرأة فيها حدة فأنزل اللہ تعالى « وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ

الآیة فی ظلال القرآن، ایضاً، ج، ۵، ص ۲۸٦۵ [12].

[13]. سورۃ الاحزاب ۳۳:۳٦

[14]. لقمان اعظمی، ندوی، محمد، سید، ڈاکٹر، **عہد نبوی کا مدنی معاشرہ قرآن کی روشنی میں**، مترجم، رضی الاسلام، محمد، ندوی، ڈاکٹر، البدر پبلی کیشنز، اردو بازار، لاہور ۱۹۹٦، ص، ۲۸۸

15. الجامع لأحکام القرآن، القرطبي، محمد بن أحمد بن أبي بکر بن فرح، أبوعبد الله، سورۃ الاحزاب، آیۃ:۳٦. /(وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ "اُس وقت تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ کھولنا چاہتا تھا)

16. سورۃ الاحزاب ۳۳:۳۷

17. سید قطب، شہید، فی ظلال القرآن، دار الشروق، بیروت ۱۹۸۵ء، ج،۵، ص۲۸-٦٦

18. القرطبي، الجامع لأحکام القرآن، سورۃ الاحزاب، آیۃ:۳٦

19. سورۃ الاحزاب ۳۳:۳۸

20. سورۃ المجادلۃ:۱-۲-۳

21. قرطبی، ابی عبد اللہ، محمد بن احمد الانصاری، **الجامع لأحکام القرآن**، مطبعہ دار الکتب المصریہ، ۱۹۵۲ء سورۃ المجادلۃ، آیۃ،۱-۲-۳-۴، ج،۱۷-۱۸، ص۲٦۹-۲۷۰/ مزید دیکھیے جامع البیان، **امام طبری**، سورۃ المجادلۃ/ رازی، امام، **تفسیر الفخر الرازی**، المراغی، أحمد مصطفی، الشیخ، **تفسیر المراغی**۔

22. سورۃ الفرقان ۲۵:۲۰

23. سورۃ البقرۃ ۲:۱۲۹

24. محمود الحسن، عارف، ڈاکٹر، **آنحضرت ﷺ کی کثرت ازدواج کے اسباب**، ص۵٦٦-۵٦۷

25. محمد ثانی، حافظ، ڈاکٹر، **رسول اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی**، ص۱٦۷-۱٦۸

26. محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، **رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی**، دار الاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی، جنوری ۱۹۸۰ء ص۳۱٦

27. محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، **رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی**، ص۳۱۷

28. ایضاً، ص۳۱۸

29. قاضی محمد سلیمان منصور پوری، **رحمۃ اللعالمین**، شیخ غلام علی اینڈ سنز، پرائویٹ پبلشرز، ۱۹۹۔ سرکلر روڈ، چوک انار کلی، لاہور ۲-۵۴۰۰۰، ج۲، ص۱۷۵

30. قاضی محمد سلیمان منصور پوری، **رحمۃ اللعالمین**، ج۲، ص۱۳۲

31. محمد ثانی، ڈاکٹر، **تجلیات سیرت ﷺ**، فضلی سنز، ۱۹۹٦ء ص۱۹۱

32. محمود الحسن، عارف، ڈاکٹر، **آنحضرت ﷺ کی کثرت ازدواج کے اسباب**، ص۵٦٦

33. سورۃ البقرۃ ۲:۹۱

[34]. سورۃ النساء ۴:۳

[35]. تھانوی، اشرف علی، مولانا، **کثرۃ الازدواج علی صاحب المعراج**، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور، ص ۷۔۸

[36]. ابن ھشام، **السیرۃ النبویہ**، ج ۱، ص ۱۹۹

[37]. سیوہاری، نجم الدین، مولانا، **رسوم جاہلیت**، مکتبہ رشیدیہ، اردو بازار لاہور ۱۹۸۸ء ص ۴۴

[38]. جواد علی، **المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام**، بیروت، ۱۹۷۰ء، ج ۴، ص ۵۴۳۔۵۴۴

[39]. کاندھلوی، محمد زکریا، **حجۃ الوداع و جزء عمرات النبی**، انڈیا، سہارنپور ۱۹۷۱ء، ص ۱۳۶

[40]. قاضی محمد سلیمان منصور پوری، **رحمۃ اللعالمین**، ج ۲، ص ۱۵۸ / مزید دیکھیے، محمد ثانی، **تجلیات سیرت**، ص ۱۹۱

[41]. محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، **رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی**، ص ۳۱۴

[42]. ایضاً، ص ۳۱۲۔۳۱۳

[43]. ایضاً، ص ۳۱۸